رجسٹرڈ نمبر اے ۷۸۳

REGISTERD NO A 783



جلد ۱۱ نمبر ۲۸

مضامین غیر

پنجشنبہ ۲۹ جولائی ۱۹۳۶ء

ادب لطیف

بحر تخئیل کی متبسم لہریں !

برسات کی اندھی کو سبز نظر آتا ہے — سوراج کی بی کو چرخا نظر آتا ہے

کیا خوب ترقی کی مجنوں تری وحشت نے — ہر ذرہ میں اب دل کے صحرا نظر آتا ہے

تم ناز سے کیوں دیکھو محفل میں مری جانب — اتنا مجھے دشمن کا ٹھسکا نظر آتا ہے

ظالم کی جوانی اور مظلوم شباب اپنا — اندھی نظر آتی ہے اندھا نظر آتا ہے

کیا فائدہ کسنے سے اب بند قبا ظالم — بیمار کا منکا تو ڈھلتا نظر آتا ہے

دل بیٹھ رہا جاکر شاید ترے سینے میں — آخر مرا پہلو کیوں سونا نظر آتا ہے

کچھ حد ہے جفاؤں کی یہ پاس وفا کب تک — اب ضبط کا کنکوا کٹتا نظر آتا ہے

ہیرے کی طرح جب سے پیوست ہوئی مژگاں — اندر سے یہ دل بالکل پولا نظر آتا ہے

انجام یہ ہوتا ہے ناپاک تصور کا — لگتی ہے جب آنکھ اک میلا نظر آتا ہے

آرام کی صورت کیا اس گلشن ہستی میں — ہر پھول کے پہلو میں کانٹا نظر آتا ہے

اٹھنے کی عادت تو مجنوں کو بھی لیکے — پھر کیسا یہ ہاتھوں میں ڈھیلا نظر آتا ہے

جس دن سے قدم رکھا صحرائے محبت میں — وہ شیرۂ وحشت کا جلوا نظر آتا ہے

کیوں آنکھوں میں ہم کاٹیں راتیں شب فرقت کی — وعدہ کا پرانا تو سپنا نظر آتا ہے

دنیا کے مشاغل سے کیا خاک ہو دلچسپی — سب اہل فریبی کا جھگڑا نظر آتا ہے

وی پی سے منگاتے ہو کیوں پیچ کوا دو — تین آنے کا بے مصرف خرچا نظر آتا ہے

جب منہ کو چھپاتا ہے معشوق کوئی ہم سے — کہہ دیتے ہیں ہم جل کر کانا نظر آتا ہے

جب دیکھے چرخے کا گاتا ہے ترانہ یہ — سرشار بھی گاندھی کا چیلا نظر آتا ہے

سرشار کسمنڈوی از سیہور

میں سوچ میں ہوں

نمبر۱۔ اور یہ سوچتا ہوں کہ جب پچپن سالہ کی رپورٹ میں آتے ہی انسان کام کے قابل نہیں رہتا تو پنشن یافتہ عہدہ دار اسپیشل مجسٹریٹ اور اسسٹنٹ کلکٹر وغیرہ کیوں ہو جاتے ہیں۔ کیا تو بہ تو۔ سرکاری نوکری افیم۔ چانڈو۔ چرس وغیرہ میں سے کوئی چیز ہے جس کو چھوڑتے ہی دماغ درست ہو جاتا ہے یا پنشن کوئی ایسی دماغ افزا معجون۔ جوارش۔ یا قوتی وغیرہ میں سے کوئی چیز ہے جس سے دل و دماغ کی گئی ہوئی قوتیں واپس آجاتی ہیں اور یا ہندوستان کی بدنصیبی اسکے معاملات کو دیدہ و دانستہ خراب کرنے کے لیے ایسے مخولیے مسلط کر دیتی ہے۔ آخر یہ راز کیا ہے ؟

نمبر۲۔ اور یہ سوچتا ہوں کہ سنہ ۱۹۴۲ء کے بعد بی اے۔ ایم اے کی ڈگریاں زیادہ کارآمد ثابت ہوں گی یا خلافت نوٹس۔

نمبر۳۔ اور یہ سوچتا ہوں کہ چھوت چھات کا رواج علمبرداران شدھی سنگٹھن یا انگریزی طرز کی دعوتیں اور وہ لایت کی تصنیف کردہ انگریزی نعمتیں۔ سنتے ہیں کہ ایک شاندار ڈنر میں کوئی صاحب اپنے مذہب کے خلاف پلیٹ پر ہاتھ صاف کر گئے اور ابھی تک اسکا فیصلہ نہ ہو سکا کہ یہ حرکت خاصہ لگانے والے خانساماں کی مذہب سوز عقلمندی سے وجود میں آئی یا کھانے والے کی نعمت پرست حماقت سے۔

نمبر۴۔ اور یہ سوچتا ہوں کہ اگر بازار کی پریاں جنگل سے باہر آباد کر دی گئیں تو ان کا اثر جو شہر کی آبادی کے لیے خطرناک ہو سکتا تھا وہ شہر سے باہر بنے ہوئے بنگلوں اور کوٹھیوں کی طرف منتقل ہو جائے گا یعنی کیا یہ جنگلی خانم کو بیرون شہر کی صحرائی۔ اے تو بہ گلستانی آبادی سے شہر کی آبادی زیادہ عزیز ہے۔ یہ بات تو سمجھ میں نہیں آتی۔ غالباً اس سے یہ مطلب ہوگا کہ خربوزے کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے اسلیے وہ عورتیں جو بنگلوں اور کوٹھیوں میں رہ کر بے پردگی پر آمادہ نہیں ہوتیں ان بازاری پریوں کی بے پردگی کے ماحول سے متاثر ہو کر جلد بے پردہ ہو جائیں گی اور اس ذریعہ سے بنگلوں اور کوٹھی نشین جنٹلمینوں کی وہ کوششیں آسان ہو جائیں گی جن کی مدد سے وہ بیگم صاحبہ کو میم صاحب بنا کر اپنے ساتھ ہوا کھلانا اور تھیٹر وغیرہ تمام تماشوں میں لیجانا چاہتے ہیں۔

نمبر۵۔ اور یہ سوچتا ہوں کہ ایک ایک رسالے کے چار چار یا پانچ پانچ ایڈیٹر ایک ایک عورت کے چار چار یا پانچ پانچ شوہروں سے اچھے ہیں یا برے۔

نمبر۶۔ اور یہ سوچتا ہوں کہ جب ہوائی جہاز عام ہو جائینگے تو پھر ریلوے خانم کا تو وہ درجہ ہو جائے گا جو اب موٹروں کا ہے۔ اور موٹروں کا وہ درجہ ہو جائے گا جو اب یکوں تانگوں کا ہے۔ اور یکوں تانگوں کا وہ درجہ ہو جائے گا جو اب بہلیوں چھکڑوں کا ہے۔ اور بہلیوں چھکڑوں کا وہ درجہ ہو جائے گا جو اب ہاتھ کے ٹھیلوں کا ہے۔ اور ان ٹھیلوں کا وہ درجہ ہو جائے گا جو اب گدھوں کا ہے لہذا اس حالت میں گدھے بیچارے آنریری مجسٹریٹی کے سوا اور کس صورت کے رہ جائیں گے یا منصف دیہی کی خدمت انجام دینے کے سوا اور کس کام میں آئیں گے ؟

نمبر۷۔ اور یہ سوچتا ہوں کہ رات میں نے یہ کیا خواب دیکھا کہ شدھی اور سنگٹھن والوں کا زور شور اور ہنگامہ سازی اپنے انتہائی مرکز پر پہنچ گئی ہے

مسلمان پریشان ہو کر گورنمنٹ سے غیر جانبداری کی درخواست کرتے ہیں گزشتہ روز کے جھگڑوں سے متاثر ہو کر غیر جانبداری کا اعلان کرتی ہے۔ مسلمانوں کے متفرق اجزا چاروں طرف سے سمٹ کر مرکزوں پر جمع ہو گئے ہیں اور روزانہ یہ کہ اگر کسی نے کسی طرف حملہ کر دیتے ہیں کہ مٹھی بھر مسلمانوں نے جنہوں نے کئی مسلح فوجوں کے چھکے چھڑا دیے تھے اب وہ کروڑ مسلمان کیا سنگھٹن کے تصنیف کیے ہوئے ڈنڈے اور گدکے بھی نہیں چھین سکتے۔ جن مسلمانوں نے پردیس میں آکر شجاعت کے جھنڈے گاڑ دیے تھے کیا وہ مسلمان "زندہ باد" کی تو اس زد پر عمل نہیں کر سکتے اس طرف سے یہ نعرے بلند ہوتے ہیں اور دوسری طرف یہ صدائیں بلند ہوتی ہیں "میاں جی! ابھی میاں جی ہم تو کانگریسی ہیں۔ ابھی سرکار ہم شدھی سنگٹھن کیا جانیں۔ ہم تو آپ کے دیے کھیت جوتے ہیں ہم نے تو مسلمانوں کی دی ہوئی معافیوں سے پیٹ پالا ہے رہا کرو میاں جی کرپا کرو سرکار۔ خیر ہیں ہم دکھی ہیں تو آپ کی آسا کرتے ہیں آپ کے سیوک ہیں۔ اور جہاں کسی مسلمان کو اپنی طرف بڑھتے دیکھتے ہیں تو پھر لوگ بھاگ کر انگریزی حکام سے فریاد کرتے ہیں وہاں سے جواب ملتا ہے کہ تم نہیں کرو، بہادر ہے۔ مسلمانوں سے بہت زیادہ ہے تم کچھ پروا مسلمانوں کو مار کر ہندوستان سے نکال سکتا ہے۔ ہم کچھ نہیں جانتا ہم کچھ کرنا نہیں مانگتا۔ کچھ لوگ لیڈروں کی حیثیت سے علما اور مسلمانوں کے پاس آتے ہیں اور ان کو سمجھاتے ہیں کہ تمہی سزاکاہی یہ مسلمان جواب دیتے ہیں کہ ہم آپ کو آزما چکے ہیں تم آئندہ زندگی کے خطروں کو ہمیشہ کے لیے صاف کر کے چھوڑیں گے۔ لیڈر کہتے ہیں کہ ہمارا خیال کرو معقولیت پسند ہندوؤں کی ہمدردی کی طرف دیکھو علما اور مسلمان جواب دیتے ہیں کہ تمہاری لیڈری کم از کم مسلمانوں کو زبردست ہندوؤں کے حملوں سے بچانے میں کام نہیں آتی۔ معقولیت پسند ہندوؤں کی ہمدردی سے غریب اور بیکس مسلمانوں کی ان مصیبتوں کا علاج نہیں ہوا جو بیرحم ہندوؤں کی طرف سے مسلمانوں پر نازل ہوئیں۔ اسلیے ہم کریں گے خیال فرض نہیں رہا اور ہم سوداری مستقل کامیابی کے اب کسی طرف دیکھنا نہیں چاہتے۔ اور اب ہم وہ سیج ہی نہیں رکھنا چاہتے جو وحشت ہو کر کانٹے پیدا کرے۔ بعض سمجھدار ہندو کہتے ہیں کہ ہائے نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے انگریزوں کا بھی کہنا نہیں مانا اور مسلمانوں سے بھی بگڑ گئی سیدھے سیدھے شدھی کا کام بھی کرتے رہتے تو یہ آفت نہ آتی۔ زبردستی سے کسی کی شدھی اب کیوں نہیں کرتے۔ اب کیوں نہیں بہادری دکھاتے اب وہ زور کہاں گیا جس پر ہندوستان سے مسلمانوں کو نکالتے تھے اور جو سمجھاتا تھا اسے بزدل اور ذلیل کہکر ڈانٹ دیتے تھے۔ جب سے یہ خواب دیکھا ہے یہی سوچتا ہوں کہ یہ خواب ہے یا ہونے والی باتیں ہیں!۔

نمبر ۸۔ اور یہ سوچتا ہوں کہ جنگی کے جس بڑے کتوں کی ٹیکس کی تحریک میونسپل بورڈ میں پاس کرائی تھی اب اسکو یہ کہنے کا کیا حق ہے کہ واہ بی جنگی خانم تم تو بڑی محسن کش نکلیں ہم نے ہی جو کچھ کر سکتا یا ہم ہی پہ کاٹنے کو دوڑیں پہلے ہم سے بھی کتوں کا ٹیکس وصول کر لیا خیر خواہی کا انعام نہ دیا تھا تو وصول شدہ ٹیکس کے کمیشن ہی میں ہمارے کتوں کا محصول مجرا دیا ہوتا۔ بیٹے دوسروں پر ٹیکس عاید ہونے کا اب بھی احساس نہیں ہے اور اگر خود سمجھتے نہ پاتے ہوتے تو اسی ٹیکس کے ذبح کر دینے کی تحریک پیش کرتے۔

نمبر ۹۔ اور یہ سوچتا ہوں کہ قربانی کی کھالیں مسلمان اپنے اپنے محلے کی مسجدوں کو کیوں نہ دیتے جو دنیا بھر میں بانٹ دیتے ہیں اور پھر حساب پوچھتے پھرتے ہیں۔ اگر تقسیم حساب ہی ذریعہ ثواب ہے تو جنگی کو دیا کریں ہر رپورٹ میں چھپا ہوا حساب سامنے آ جایا کرے گا۔

نمبر ۱۰۔ اور یہ سوچتا ہوں کہ صنعت و حرفت کو ترقی دینے کا یہ کیا طریقہ ہے کہ ابھی سے دیسی پیشہ وروں پر ٹیکس مقرر ہونے لگا۔ ابتدا میں یہ حالت ہے تو انسپکٹران صنعت و حرفت کی مکمل رپورٹیں مرتب ہو جانے کے بعد کیا ہوگا۔ شاید ناک کی حجت افزائی ہوگی یا حوصلہ فرسائی؟۔

نمبر ۱۱۔ اور یہ سوچتا ہوں کہ اخبار والے یہ کیا کہتے ہیں۔ کہ اگر ڈسٹرکٹ گزٹ سرکاری نہیں ہے تو سرکاری اہلکاروں پر اسکی پرورش اور توسیع اشاعت کیوں فرض ہے؟

نمبر ۱۲۔ اور یہ سوچتا ہوں کہ جب عورتیں اعلیٰ تعلیم اور اعلیٰ عہدے حاصل کرنے کے بعد اپنی بانی قائم کریں گی تو انکے مقابلے میں دوسرا نمبر مردوں کا رہے گا یا زنانوں کا۔

نمبر ۱۳۔ اور یہ سوچتا ہوں کہ جب آنریری عہدہ دار آسانی سے ملتے ہیں تو خواہ مخواہ تنخواہ دار عہدہ دار رکھنے کی کیا ضرورت ہے اتنا روپیہ کسی اور ہی کام میں آئے یا جو رقم تنخواہوں میں جاتی ہے اسکے برابر ٹیکس ہی معاف کر دیے جائیں تو ہندوستان خوشحال ہو جائے۔

نمبر ۱۴۔ اور یہ سوچتا ہوں کہ ابن سعود شریف حسین سے مل کر یہ شعر کب پڑھیں گے ؎

آ عندلیب مل کے کریں آہ و زاریاں
تو ہائے گل پکار میں چلاؤں ہائے دل

نمبر ۱۵۔ اور یہ سوچتا ہوں کہ جب افواہ بعض جگہ یا ہر جگہ محکمہ تعلیم نے یہ کیا قاعدہ تصنیف کیا ہے کہ ہر طالبعلم کو دوسرے اسکول میں جانے کے لیے اسکی ضرورت ہے کہ پہلے اسکول کے ہیڈ ماسٹر کی تحریری رضامندی حاصل کرے۔ فرض کر لیجیے ہیڈ ماسٹر کا طریق تعلیم اچھا نہیں ہے اور نتیجہ خراب رہتا ہے اس وجہ سے لڑکے بھاگتے ہیں تو ہیڈ ماسٹر کیوں گوارا کرے گا کہ طالبعلموں کی تعداد گھٹ جائے اور وہ کے طالبعلم دوسرے اسکول میں چلے جائیں یا طالبعلم سے اور ہیڈ ماسٹر سے یا ہیڈ ماسٹر کے کسی عزیز سے کسی بات پر مخالفت ہو گئی اسلیے وہ اب دوسرے اسکول میں جانا چاہتا ہے تو ہیڈ ماسٹر اسکی رضامندی کیسے دے۔ اس طالبعلم کی کوشش ہے

کیوں رضامند ہو جائیں گے۔ اور اسکو پریشان کرنے میں کوئی کسر اٹھا رکھیں گے۔ ایسی حالتوں میں طالبعلم کو رضامندی حاصل کرنے پر مجبور کرنے کے یہ معنی ہیں کہ طالبعلم جان بوجھ کر نقصان اٹھائے اور باوجود کوشش کے صریحی نقصان سے نہ بچ سکے۔ طالبعلم کے متعلق اگر کسی اطمینان یا احتیاط کی ضرورت ہو تو اسکے لیے طالبعلم کے والد یا سرپرست کی تحریر کافی ہو سکتی ہے۔ یا اسکول کا سرٹیفکٹ جو ہر طالبعلم باضابطہ طور پر حاصل کر سکتا ہے ہیڈ ماسٹر کی رضامندی کو اسمیں کیا دخل ہو سکتا ہے۔ اور ہیڈ ماسٹر کی رضامندی حاصل کرنے کا طالبعلم کے پاس کیا علاج ہے۔ جبکہ ہیڈ ماسٹر کی فطرتی کوشش یہ ہونی چاہیے کہ اسکے اسکول طلبا کی تعداد کم نہ ہو۔ اگر یہ افواہ سچ ہے تو اسکی اشاعت کا سرا پنچ کی دُم میں ضرور تھمی ہونا چاہیے۔

گھلے رستم از بدایوں

اطلاعنامہ بنام مدعا علیہ نابالغ و ولی

بعدالت عالیجناب مولوی سید خورشید حسین صاحب بہادر جج ماتحت ہردوئی مقام ہردوئی۔

مقدمہ نمبر ۱۰۰ سنہ ۱۹۲۶ء

لکشمی دھر ولد مادھو پرشاد برہمن ساکن چال ہردوئی سائل

بنام

بابو رام وغیرہ — مدعا علیہ

بنام { رام سروپ نابالغ ولد ٹھوری لال / { تیرتھ لعل ساکن ہردوئی محلہ بنگلہ بازار } مدعا علیہ نابالغ ولی تجویز کی

ہرگاہ مقدمہ مندرجہ عنوان میں مدعی نے ایک درخواست گزرانی ہے کہ مدعا علیہ نابالغ کا ایک ولی دوران مقدمہ مقرر کیا جائے لہٰذا نابالغ کو اور تم سید جمیل حسین کو اسکی رو سے اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر قبل اطلاعنامہ ہذا بتاریخ ۱۲ جولائی سنہ ۱۹۲۶ء یوم کے اندر ایک درخواست اس عدالت میں نسبت تمہارے یا تم رام سروپ نابالغ کے کسی دوست کے ولی دوران مقدمہ مقرر کیے جانے کی نہ گزرانی گئی تو عدالت کسی اور شخص کو نابالغ مذکور کا ولی واسطے اغراض مقدمہ کے مقرر کرے گی۔ اگر منجانب رام سروپ نابالغ بتاریخ پیشی ۱۲ جولائی سنہ ۱۹۲۶ء کوئی حاضر ہو کر دلی ہونا منظور نہیں کرے گا تو عدالت سے نابالغ کا ولی سید جمیل حسین مقرر کر کے مقدمہ کا فیصلہ کیا جائے گا۔

آج بتاریخ ۱۴ ماہ جولائی سنہ ۱۹۲۶ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

وقت حاضری بدفتر خفیفہ متفرقات سب جج ہردوئی ۱۰ بجے سے ۴ بجے تک۔

بحکم عدالت
مہر عدالت
منصرم ناظر کوکل
منصرم سب جج ہردوئی

اپنی اپنی سمجھ

سشن جج کے سامنے ایک مقدمہ پیش تھا۔ جوری بھی مقدمہ سُن رہی تھی۔ گواہ گزر چکے وکیل سرکار نے جوری کو مقدمہ اچھی طرح سے سمجھایا۔ بحث ختم ہوئی جوری کے صدر نے وکیل صاحب سے کہا: حضور نے جو کچھ بھی کہا بالکل بجا کہا۔ اسکے بعد مجرم کے وکیل نے خوب بحث کی ان سے بھی جوری کے صدر نے کہا وسبحان اللہ آپ کا مثل نہیں۔ پھر جج صاحب نے اپنی لیاقت کے جوہر دکھائے اور لگے جوری کو پٹی پڑھانے۔ صدر نے کہا: حضور! آپ کی رائے! نور علی نور۔ بھلا کس کی مجال ہے جو آپ کا مقابلہ کرے۔

جج:۔ دل جوری صاحبان آپ اپنی رائے ظاہر کیجیے

صدر:۔ بھلا۔ ایسے قابل وکلا اور ایسے فاضل جج کے سامنے ہم کیا منہ کھول سکتے ہیں؟ سب ٹھیک ہے۔

اس بیچارے کو مطلق خبر نہ ہوئی کہ تماشائی کیوں ہنسے۔

بار روم سیشن میں کئی ایک وکیل باہم دل لگی کر رہے تھے۔ ان وکیلوں میں دو صاحب ذری ضرورت سے زیادہ فربہ تھے۔ اثنائے گفتگو میں ہوائی جہاز کا ذکر ہونے لگا کسی نے کہا کہ بھئی پنڈت جی اور منشی جی کس طرح اس میں سمائیں گے؟۔ دوسرے وکیل نے فوراً جواب دیا کہ ابھی ان جہازوں میں مال گاڑیاں نہیں جوڑی جاتیں۔

تخمینہ کیا جاتا ہے کہ ہر سال دُنیا میں تقریباً چار کرور (۴۰۰۰۰۰۰۰) بچے قدرتی شخصیں پر آ جاتے ہیں۔ اگر ان میں سے ہر ایک کو ایک منزل مخصوص پر لیجانا ہو جسکی مسافت بارہ منٹ میں طے ہو سکے تو آخری لڑکا اپنا سفر خود ہی طے کرے گا۔ کیا معنی کہ اسکی عمر اسوقت سات سال کی ہوگی۔ شاید اسی وجہ سے آجکل کے عالم آسمان پر ٹکٹکی لگائے اور سیارات میں آبادی ڈھونڈھ رہے ہیں۔

ایک مرتبہ ایک ہائیکورٹ کے جج نے دلالوں کی فہرست مرتب کرائی اور سبھوں کو بلوا کر حکم سُنایا کہ اگر اب تم احاطہ عدالت میں دکھائی دیے تو جیل بھیج دیے جاؤ گے۔ دلالوں نے صاحب کے حکم کی نقل اور فہرست کا نقشہ حاصل کر لیا اور صدقے کے جانور کی طرح ادھر ادھر واہی تباہی پھرنے لگے۔ اگر اتفاقاً کوئی نیا دلال آ گیا تو فوراً فہرست پیش کی اور کہا دیکھو ہم لوگوں کا نام باضابطہ دلالوں میں لکھا ہوا ہے۔ تم پہلے اپنا نام دلالوں کی فہرست میں درج کراؤ پھر دلالی کرو۔ حکم کا اُلٹا اثر ہوا۔ دوسروں کے واسطے گنجائش نہ رہی اور دلالی بھلا ایسے انتظامات سے کیا رُکتی۔

بنارس کے تھانے دار صاحب ایک کنسٹبل کے ساتھ بغرض تفتیش تشریف لے گئے خود اپنے دوست کے یہاں آرام فرمایا کنسٹبل نے فرض تفتیش ادا کیے مجرم کا پتا لگایا۔ تھانے پر جب واپس ہوئے تو رپورٹ لکھنے بیٹھے۔

”فدوی چار بجے صبح موقع واردات پر حاضر ہوا کنسٹبل نمبر ۱۲ ہمراہ تھا سمّی گنگا ہی گھوسی کے یہاں ڈھائی سیر گوبر کا سرقہ ہوا۔ نقب عقب دیوار میں لگائی گئی تھی۔ فدوی نے محلے والوں کی جانچ کی مگر فدوی کو سراغ نہ لگا۔ تو فدوی نے ایک گوبر لیے کپڑے سے یارانہ گانٹھا اور اُسکی مدد سے اصل مجرم کا جو کہ اسوقت لاپتہ تھا پتہ چلایا۔“ اس واقعہ کی رپورٹ فدوی نے مرتب کی۔ فدوی نے گواہیاں ....

کنسٹبل:۔ اپنی چھاتی پر ہاتھ مار کے) کاہے سرکار بہتیس (تفتیش) تو ہم کریں۔ یو سارا پھندہ کون آئے رہے؟ جی کا ناؤں تم ٹھائیں لکائیں (بار بار لیٹ ہوئے)

آپ جانتے ہیں فیشن پر تو روایت والے جان دیتے ہیں۔ ایک شخص کے پاس شب خوابی کی پوشاک ریشمی نہ تھی۔ اور ظاہر ہے کہ جب تک کوئی شخص شب کو ریشمی کپڑا نہ پہنے اسوقت تک سو ہی نہیں سکتا۔ لہذا یہ صاحب سوتے وقت دعا مانگتے تھے۔

"یا اللہ مکان میں آگ نہ لگے"

کسی نے پوچھا "آفتیں اور بھی ہیں جن سے بچنے کی آرزو کرنی چاہیے۔ آگ لگنے کی تخصیص کیا ہے؟" فرمایا "بھائی اگر میں گھبراہٹ میں یہی سوتی شبخوابی پہن کے انجن بلانے کے لئے نکلا۔ تو آبرو نہ جائیگی۔"

مریض :- کھوں کھوں کھوں۔ (کھانستا ہے)

ڈاکٹر :- خوب دیکھ بھال کے، کچھ پروا نہیں بیماری جاتی رہے گی۔

مریض :- غالباً اس بیماری کا آپ کو خوب تجربہ ہے۔

ڈاکٹر :- جی ہاں میں خود پندرہ سال سے اس مرض میں مبتلا ہوں۔ کھوں کھوں کھوں۔

کتا بھونکا۔ دیہاتی راہ گیر ٹھٹکا۔ دوسرے راہگیر نے دلاسا دیا۔ "ڈرو نہیں جو گرجتے ہیں وہ برستے نہیں۔" دیہاتی کہنے لگا :- "ممکن ہے کہ یہ کتا ایک پورا ادیب نہ ہو اور تمہاری طرح مثل کا کل استعمال نہ جانتا ہو۔"

ایک :- واہ! میاں بکرے کی دعوت دینے تو روٹی سرخچہ کا صفایا کر دیا۔ معلوم نہیں تم نے پہچانا کیونکر؟

دوسرا :- وہ میری چھتری لگائے تھے۔ (نیرین)

پنچ مل خدا۔ خدا مل پنچ

گوں گیرے گرو کے بوالہوس چیلے

(ایک نرغشی گمر قرین قیاس ڈراما)

تتمہ ۱۵ جولائی سنہ ۱۹۲۶ء

تیسرا باب

دوسرا سین

نصف درجن سے زیادہ مولانا فی محل واحد جمع ہیں اتنے حروف علت اور ایک کلمہ طرہ یہ کہ خوف و سقاط سے بے خوف۔ مولویت اب کسی وضع خاص کی پابند نہیں لہذا پوشاکیں مختلف ہیں ان سے تعارف کی ضرورت ہے۔

(۱) مولانا خوش وقت۔ آپ ہنستا چہل ہیں۔

(۲) مولانا خوش باور۔ آپ ایسے زود اعتقاد ہیں کہ ہر بات پر بغیر کسی دلیل معقول کے یقین فرما لیتے ہیں۔ امکان و عدم امکان پر غور فرمانے کا جھنجھٹ نہیں پالتے۔

(۳) مولانا خوش خور۔ آپ کو پیٹ بھرنے سے غرض ہے۔ لقمہ تر ملے چاہے دستر خوان شیطانی ہو یا رحمانی۔

(۴) مولانا خشک ریش۔ داڑھی علامت ایمان ہے۔ خدا اسے برقرار رکھے باقی صدق و صلاح۔ تقویٰ و زہد و داد عمرو یا سلاح جنگ برخست۔

(۵) مولانا خشک پے۔ غضب کے بھبن ہیرے ہیں۔ باغ جنت میں بھی اگر ان کا پیرا جائے تو خاک اڑنے لگے۔ بھری برسات میں ان کا سایہ پڑنے سے درختوں کے پتے مرجھا جاتے اور گر پڑتے ہیں۔

(۶) مولانا خشک سر۔ جاہل ہیں مگر بڑے بڑے عالموں کو مناظرے کا الٹی میٹم دیتے ہیں۔ اور فتح انھیں کے ہاتھ نام رہتی ہے

(۷) مولانا خشک جنباں۔ صد سالہ تجربے کے نکھرے ہیں اور آپ کی گفتگو میں سننے والے کو یکساں لطف حاصل ہوتا ہے۔ بڑی بڑی بحثیں ہے۔ ہنگام تکلم سارا ڈیل زبان بن جاتا ہے ڈیل کے ساتھ وہ چارپائی یا کرسی بھی رواں میں داخل ہو جاتی ہے جس پر آپ تشریف رکھتے ہیں۔ گویا آپ کے جو جوڑوں میں لقوہ سرایت ہو جاتی کا معجزہ ہے اگر دنیا میں ناٹکا عہدہ کی جگہ کوئی لفظ بعید بھی وضع کیا گیا ہوتا تو شاید ان حرکات بے معنی کا ناؤ بھاؤ سمجھ میں آتا۔ لہذا ناظرین بافضل ان حرکات کو نظر بیت خیال فرمائیں۔

مولانا خوش باور :- اب کیا ہے مادی چین کہتے ہیں جنھیں ہم تو پہلے ہی کہتے تھے کہ سب خبریں جھوٹی ہیں بھلا کسی انسان سے آج تک قتل و غارت کے افعال سرزد ہوتے ہیں جو حضرت سلطان حجاز سے سرزد ہوتے کچھ نہیں یہ خریفیوں کا پروپگنڈا ہے خواہ مخواہ بدنام کرتے پھرتے ہیں۔ یارو ہے موتمر میں ضرور شریک ہونا چاہیے۔ سرزمین حجاز کے سو قرمان ہنسنے کا شرف ایک طرف۔ اہل وطن کی زبردستی نیابت کا فخر دوسری طرف حج کا ثواب کماتے ہیں۔ ایک اور زاد قومی لیڈر کا فرض بھی یہی ہے کہ قومی بے چینیوں کو دفع کرے۔ اسکے علاوہ مختلف بیہودہ افواہوں کی اصلیت معلوم ہو جائیگی۔

مولانا خوش وقت :- اور ان جھرانیوں کا حال بھی ظاہر ہو جائے گا جو قہری تطہیر نے مدینہ اور اہل مدینہ پر نازل فرمائیں۔

مولانا خشک ریش :- کیا کہتے ہو یہ سب افترا محض ہے۔ اور اگر کچھ اصلیت بھی ہے تو بالکل مطابق کتاب و سنت ہے۔

مولانا خشک سر :- جب یہ جنتی وارد ہوا آپ کتاب و سنت کو جانتے ہی نہیں۔ کتاب کا نام ہمارے سامنے لینا چھوٹا منہ بڑی بات ہے بہرحال میں اس سے متفق ہوں کہ اب کے سفر عرب منجملہ واجبات ہے۔ ضرور چلنا چاہیے وہاں پہونچنے کے بعد دیکھنا کیسی سنت دکھاتا ہوں۔ ابھی نا طقہ تنگ نہ کر دوں تو نام بدل ڈالوں گا۔



"دیکھا تم دونو کم سوار نکلے نہ؟ لکڑی کے گھوڑے پر نہ جم سکے تو سچ مچ کے گھوڑے پر کیا تھم سکو گے - ہیوں ہیوں"

(شملہ کی تقریر کا خلاصہ)

مولانا خشک :- خیال تو کچھ اچھے ہی تھے مگر گھڑی کے تھان میں انگلیوں کا پنچا مگر پھیرا۔ کچھ ناک سکوڑی کچھ آنکھیں پٹ پٹائیں) ہے

دل افگندیم بسم اللہ مجریہا و مرسہا

مولانا خوش خوار :- بجا ہے سب سے مقدم طعام ہے اگر یہی سلطان سے مخالفت مقصود ہے تو کھانے پینے کا سامان ساتھ لیتے چلو اور سامان اتنا ہو کہ دس بیس آدمی اگر دو چار تک دسترخوان پر آجائیں تو کمی نہ پڑے۔ کیا معنی کہ سلطان سے جھلا کہیں جھلاہٹ میں کھانا پانی بند نہ کر دے تو لینے کے دینے پڑیں۔

دوسرے یہ کہ صاحب :- بل تو اپنا بل۔ پرایا بل جائے جل جائے۔

خوش باور :- ہا ہا ہا! میں دیکھ رہا ہوں وہ عرب کی فوج ہمارے استقبال کو آئی۔ وہ سلامی ہوئی وہ سو لڑو وطن کی طرح سجی ہوئی چلی۔ وہ میں اسکی طرف بڑھا وہ اپنے پٹ کے بازو کھولے وہ مجھے تنگا تنگ بغلگیر کیا وہ سامنے جناب وزارت مآب نظر آئے وہ انھوں نے اہلاً و سہلاً و مرحباً کا نعرہ مارا۔

مولانا خشک پے :- وہ آنکھ کھل گئی۔ وہ خواب کا عالم تشریف لے گیا وہ قاضی بلیسہ آیا وہ مسخ بدعتی ہونے کا فتویٰ لگا یا وہ آنکھیں نیلی پیلی دکھائیں۔ وہ حاجت تبدیل شلوار پیش آئی۔ وہ بجی نکلے اور انھوں نے بدعتی بدعتی کی صدا لگائی۔ وہ گھر سے مارے گئے وہ بائی کچائی نکلی۔

خوش وقت :- کیا بک بک لگائی ہے۔ اجی مولانا خوش باور صاحب آپ خواب دیکھے جائیے واللہ مزے کا خواب ہے ایسا خواب وہ خدام الحرمین کو دیکھنا نصیب نہیں ہوا۔

خوشخوار :- لکھو جی سامان طعام کی فہرست چاول مشک بو ایک لاکھ بورے مرغ جوان پچاس ہزار درجن۔ چوزہ ہائے مرغ پچیس ہزار کوڑی۔ بیضہ ہائے مرغ دس ہزار باسکٹ۔ شہد خالص چالیس ہزار گیلن۔ روغن زرد پندرہ ہزار کنستر۔ زعفران کشمیری پانچ ہزار ڈبے۔ مشک ختائی دو ہزار نافے۔ زنگترے بیس ہزار کھنچیاں۔ لیموں شیریں سترہ ہزار جھابے۔ لسن پیاز ورک سیاہ مرچ نمک تیس ہزار تھیلے چورن ہاضم پانچسو شیشیاں۔ (باقی آئندہ)

مولانا پنچ کا پوسٹ بیگ

خدا کی مار اور عقل کی مار

خدا کی مار تو یہ ہے کہ انسان کا منہ ٹیڑھا ہو گیا ہاتھ پاؤں میں کجی آگئی۔ ناک بیٹھ گئی آنکھیں خراب ہو گئیں وغیرہ وغیرہ اور عقل کی مار یہ ہے کہ انگریزی کا منہ چڑاتے چڑاتے منہ ٹیڑھا ہو گیا اچھی خاصی آنکھوں پر عینک لگا کر اندھے بنگلے داڑھی سونچھ منڈا کر مرد سے مخنث بن گئے سیدھے سادے مشہور نام کو توڑ مروڑ کر کچھ سے کچھ بنا لیا مثلاً نام تو ہے نجوا۔ عدو بخش۔ مستو۔ اما اور بن بیٹھے نظیر حسن زبیدی۔ اے بی تورانی۔ معروف اللہ لقمانی۔ اے۔ ایم چودھری۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ میاں نجو محلے کے امیر گھروں میں جلسیں بھرتے بھرتے جوتیاں اٹھاتے اٹھاتے جب ذرا حواسوں میں آئے تو پردیس میں جا کر کنسٹبلی کی درخواست دیدی اور اسمیں نام نامی مجنے سنائے نام کے مطابق نظیر حسن زبیری کی جگہ نظیر حسن دبیدی لکھا دیا۔ درخواست چال چلن کے گشتے میں نعمی ہو کر تصدیق کے لیے وطن میں آئی پولیس کا سپاہی سارے محلے میں پوچھتا پھرا اگر کوئی شخص جتنی کہ میاں نجوا کے چوتے سوتے بھی نظیر حسن دبیدی کو نہ پہچان سکے اور نقشہ بلا تصدیق اس ونٹ کے ساتھ واپس گیا کہ اس نام کا کوئی شخص نہ اس محلے میں رہتا ہے نہ اس شہر میں اس تحریر کے پہونچتے ہی پولیس نے مشتبہ سمجھ کر آوارہ گردی میں زبیری صاحب کا چالان کر دیا کچہری ہو چکی زبیری صاحب نے اپنا صحیح اسم گرامی بتایا اور وطن سے اسکی تصدیق کی گئی تو دس بارہ دن حوالات میں رہنے کے بعد خیر سے بد صدا واپس آ گئے۔ اور اب لوگ نظیر حسن زبیدی کہتے ہیں تو بہت بھناتے ہیں اسی طرح میاں عدو بخش جب سسرال کے دہوں سے رئیس ہو کر اے بی تورانی بنے تو خان ریاست کی تکمیل کے لیے ایک اخبار کا سالانہ چندہ بھی جلتا کر دیا مگر اس مادہ تولد اسم گرامی کی وجہ سے اخبار کو باوجود متواتر اور متعدد حاضریوں کے در دولت کی زیارت نصیب نہ ہوئی حتی کہ بیرنگ آیا تو واپس گیا اور رجسٹرڈ آیا تو واپس ہوا کیونکہ آج تک یہ اسم فی البطن محکمہ پوسٹ میں کو معلوم نہ ہو سکا۔ علی ہذا منشی مستو پیمائش میں نوکر ہو کر معروف اللہ لقمانی بن چکے تھے باپ کے مرنے کی خبر سن کر گھر پر آئے تو معلوم ہوا کہ لقمانی صاحب کے بھیجے ہوئے روپیہ سے مرحوم نے منشی مستو کے لیے ایک چھوٹی سی معافی بھی خریدی تھی جس کا داخل خارج ابھی نہیں ہوا تھا۔ لقمانی صاحب یہ خبر پا کر پٹواری سے ملے اور اس سے کچھ مدد چاہی پٹواری نے کچھ طلب کیا لقمانی صاحب خفا ہو گئے اور فوراً تحصیل میں درخواست داخل خارج کی پیش کر دی مدتوں کے بعد یہ نتیجہ ہوا کہ درخواست خارج ہو گئی کیونکہ اس نام سے کوئی معافی نہیں خریدی گئی لقمانی صاحب نے تحصیل سے لے کر کمشنری تک درخواست پر درخواست گزرانی مگر وہی ہوا جو تحصیل میں ہوا تھا اور لقمانی صاحب بار جھک مار کر اپنی نوکری پر چلے گئے اور پٹواری نے خوب اچھی طرح اپنا پیٹ بھر کر جو ر پو رخود حل کی تھی اسکے مطابق لقمانی صاحب کے ابا جان میاں مستو کی وراثت اور اولاد کا نام کاغذات میں درج ہو گیا اور مستو ایک مرے ہوئے نستو زادے کا نام قرار دے کر اسکا حصہ بھی موجودہ ورثاء کو پہونچا اور اس معزز نام پر اس ذلت کی آنچ نہ آئی جو مستو کے سے ذلیل نام سے وابستہ تھی۔

اب ایم اے چودھری کے معزز نام کی برکت کا واقعہ سنیے۔ آپ کے والد ماجد ایک سید سے سادے مالدار جولاہے اور اپنی برادری کے

چودھری تھے۔ اپنی زندگی میں ایک معقول اثاثہ چھوڑنے کے علاوہ کسی بینک میں کچھ روپیہ بھی اپنے تعلیم یافتہ اور ہونہار بیٹے ماما کے نام جمع کر گئے تھے چھوٹے لڑکے کا نام ہما تھا جو باپ کی طرح جاہل تھا جب تک گھر کے روپے نے ساتھ دیا مسٹر ایم اے چودھری بیکٹر ایس ایل سی گھر کے رئیس رہے۔ ہما بیچارے کو الٹی سیدھی روٹی دیدیتے تھے اور خدمت لیتے رہتے تھے اور جب وہ بیچارہ کسی بات کو کہتا تو ریاست رامپور کی مثال پیش کر کے اس سے یہ فرما دیتے تھے کہ رئیس کا کوئی شریک نہیں ہوتا جس طرح نواب رامپور کے چھوٹے بھائی کا ریاست سے کچھ تعلق نہیں ہے اسی طرح تمہارا بھی نہیں ہو سکتا۔ اسی حالت میں چودھری صاحب ٹھن ٹھن گوپال ہو گئے تو بینک کا روپیہ یاد آیا اور ایک درخواست ایم۔ اے چودھری کے نام سے لکھ کر بینک سے ملی ہوئی کتاب کے ساتھ بذریعہ ڈاک طلب کر دی۔ بعد کے بعد کئی بار یاد دہانی کی بھی نوبت آئی آخر میں جواب ملا کہ اس نام سے کوئی رقم بینک میں نہیں ہے۔ شدہ شدہ اسکی خبر میاں ہما تک پہونچی انھوں نے لوگوں سے مشورہ کیا کسی تیز طبیعت مشیر نے ایک درخواست مرتب کر کے بینک کو روانہ کر دی اور ان سے کہدیا کہ اپنا نام ہما کی جگہ ماما بتانا اور برادری کے دو ایک گواہوں سے بھی اسکی تائید کرا دینا۔ ہما نے برادری والوں سے کہہ کر تصدیق کرا دی۔ ایم اے چودھری کی رکھیا بیچنی اور مزدور ادھر زور شور سے عاجز ہو گئے تھے سینہ ٹھونک کر ہما کے طرفدار ہو گئے اور روپیہ ڈونٹ کر کرا میاں دو تین ہزار سے زیادہ روپیہ میاں ہما کے ہاتھ آیا اب مزے سے کپڑے اور سوت کی دوکان کرتے ہیں اور تجارت کرتے ہیں لوگ کہتے ہیں کہ بھائی ہما اب تم بھی ایم اے چودھری بن جاؤ تو گھبرا کر کہتے ہیں نہیں بابا میں ہما میرا باپ ہما۔ میں اپنے اسی نام میں خوش ہوں۔ اس قسم کے واقعات اکثر پیش آتے ہیں اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اگر کوئی کمہار اپنے گدھے کا نام سیٹھ اختر جی رکھ لے تو اس سے گدھے کی اصلیت نہیں بدل سکتی مگر لوگ نہیں سمجھتے اور شرماتے۔

یہ بے عقل کی باراتیں بکتی ہیں۔
کھٹے رستم از بدایوں

مولانا پنچ کی نوٹ بک

کس کی بات سچی سمجھی جائے

چودہ سو حاجیوں کی؟

یا

اکیلے مولوی نثار احمد صاحب کی؟

دس منٹ میں باعجاز و کرامت چودہ سو حاجیوں سے بارہ سوال کیے گئے اور جواب باعمل موافق طبیعت اہل نجد حاصل ہو گئے۔ کچھ تو سوال گول اور کچھ جواب نامعقول۔ معلوم نہیں سائل شیخ چلی تھے یا مجیب۔ مثلاً سوال کیوں صاحب؟ سورۂ فاتحہ پڑھنے کی ممانعت ہے؟

جواب۔ جی نہیں، اچھا نماز پڑھنے سے نجدی روکتے ہیں۔

یوں نہیں چلنے پھرنے کی عام اجازت ہے۔

برخلاف اسکے مولوی نثار احمد صاحب کا بیان پڑھیے اور مولوی حاجی شوکت علی صاحب کا خط یا جریدۂ خلافت کے مندرجات ساتھ رکھیے تو معلوم ہوتا ہے کہ سعودیت کا انتہائی زور ظلم حرمین شریفین میں ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ خبر واحد اور متواتر میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ لہٰذا اب ہر ایک ظلم و جبر کی حسب معمول تکذیب ہو گئی۔ کہہ دینے کا تذکرہ نہ کر کے کہنا چاہیے ہے

نہ ہم سمجھے نہ آپ آئے کہیں سے
پسینہ پونچھیے اپنی جبیں سے

اور عام حالات کے متعلق سوالات کا لگا لگا دیکے مگر سوال ویسے ہی ہونا چاہیے کہ چودہ سو حاجیوں سے پوچھے گئے۔ مثلاً

کیوں صاحب نجدی انسان ہیں؟
ان کے منھ پر دو آنکھیں بھی ہیں؟
کھانے میں جبڑا چلتا ہے یا نہیں؟
اونٹ پر سوار ہو کے روزاتے تو نہیں ہیں؟
کاؤں میں کسی کو چھینک آ جائے تو اسکا سلام کرتے ہیں یا نہیں؟
بی بی کے منھ چومنے پر شیخ نجدی عمل میں آتا ہے یا نہیں؟
بوسہ کا لین دین شرک میں داخل ہے یا نہیں؟
آپ لوگ جب تک وہاں رہے کوئی اونٹ بلبلایا؟
اچھا کسی گدھے کو نغمہ سرائی کرتے سنا؟
زلزلہ آنے کے متعلق ان کا کیا خیال ہے؟
آدھی گنتی فی رواں وصول کرنے کے وقت وہ شکنجہ نہیں کرتے؟
کہ بجائے تم سے فرہاد تم سے کیا لیں۔
غالباً وہ حرم کے دوغلے کی فیس کبھی نہ لیتے ہوں گے۔

امید ہے کہ ان سوالات کے جواب بہت جلد مل جائیں گے کہ وہ انسان معلوم ہوتے ہیں ہم نے دور سے دیکھا تھا جن کا سلطان راجہ اکا نام ہے لیکن سنا گیا ہے کہ بھوری ہوئی آنکھ کے عوض انکی ناک پر ایک آنکھ ابھری ہے۔ کھانے میں جبڑا ہلنا حرام ہے۔ اونٹ پر جب کوئی سوار ہوتا ہے تو اونٹ کے آگے ایک شخص سنکھ سے پھونکتا چلتا ہے کہ چیونٹی یا اور کوئی جانور کچل نہ جائے چھینکتے وقت فی الفور اسکا سلام واجب ہے۔ آدھا مہر ادا کیے بغیر بی بی کے منھ چومنے کا حق کسی کو نہیں لیکن اگر شوہر سگریٹ کا عادی ہو تو اسے اس لحاظ منھ چومنے کی مطلق اجازت نہ ہو گی کہ بیماری کے کیڑے مونچھوں کے ذریعے سے گالوں میں پیوست نہ ہو جائیں۔ سگریٹ مضر صحت ہے اور شہنشاہ سلطان راجہ آف کو مضر صحت اشیاء کا رواج دینا نہیں چاہتے۔ بوسہ شرک خفی ہے اسکے لیے جالیاں تیار ہو رہی ہیں تیاری کے بعد ہر شخص کے ہونٹوں پر